اسلامی، روحانی، اصلاحی مجلہ

المقصود میگزین کراچی

مارچ ۲۰۱۰

Reg No: SS. 1182

خصوصی نمبر ربیع الاول شریف

تحقیق ایمان ابو طالب

امام المناطقہ استاذ العرب والعجم ملک المدرسین

حضرت علامہ

عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی قدس سرہ

اسلامی روحانی مشن پاکستان

دلیل اول:

حضرت ابوطالب کے کتب تاریخ میں کئی اشعار اور خطبات منقول ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابوطالب کے دل میں تصدیق بالنبوۃ تھی اور انہوں نے زبان سے بھی اقرار کیا ہے یہاں نمونہ کے طور پر بعض اشعار اور خطبات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شعر

ولقد علمتُ بِاَنّ دینَ محمدِ

من خیر ادیان البریة دینا

یعنی میں نے یقیناً جان لیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین تمام لوگوں کے دین سے افضل ہے۔ شعر

اَلَمْ تعْلَمُوْا اَنَّا وَ جَدْ نَا محمدًا

رسولًا کَموسیٰ صَحَّ ذَالکَ فِی الْکُتُب

یعنی تم سب لوگ جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح رسول ہیں جیسے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ بات آسمانی کتابوں سے ثابت ہے۔ شعر

و شَقّ لَہ' مِن اِسمِہ لِیُجِلَّہ'

فَذُوالْعَرشِ مَحمُودٌ وَ ھٰذا محمدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے اسم محمود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مشتق فرمایا ہے آنحضرت کی عزت افزائی کیلئے اور یہ شعر حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیطرف بھی منسوب ہے اور اس صورت میں یہ شعر من قبیل توارد ہوگا۔ اب خطبات کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں حضرت ابوطالب نے قریش کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا واللہ لکانی بہ و قد غلب ودانت لہ العرب والعجم فلایسبقنکم الیہ سائر العرب فیکونوا اسعدبہ منکم یعنی میں نور فراست سے دیکھ رہا ہوں کہ آنحضرت غالب ہیں اور عرب وعجم انکا مطیع ہے اے قریش ایسا نہ ہو کہ دوسرے

عرب اس سعادت ایمانی میں تم پر سبقت لے جائیں اور وہ زیادہ سعادت حاصل کرلیں یعنی تم قریش آپکے ساتھ صرف ایمان ہی نہ لاؤ بلکہ اسلام اور ایمان میں سبقت اور پہل کرو۔ ایک اور خطبہ میں ہے۔ یا معشر قریش کونوا له ولاةً ولحزبه حماة والله لایسلک احد سبیله الا رشد ولا یأخذ احد بهدیه الا سعد یعنی اے قریش تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محب اور آپ سے قریب ہو جاؤ اور آپ کے گروہ کے مددگار بنو خدا کی قسم جو آپ کا رستہ اختیار کریگا وہ ہدایت پا گیا اور جو آپکی سیرت پر عمل کریگا وہ نیک بخت ہے۔ ایک اور خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ لـــــن تزالوا بخیر ماسمعتم من محمد و ماتبعتم امره فاطیعوه ترشدوا قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جب تک تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی بات سنو گے اور آپ کے امر اور حکم کی اتباع کرو گے تم ہمیشہ بھلائی اور نیکی میں رہو گے لہٰذا آپکی اطاعت کرو راہنمائی پاؤ گے۔ مذکورہ بالا اشعار اور خطبات علامہ برزنجی اور سیّد احمد زینی دحلان رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل میں مستند تواریخ سے نقل فرمائے ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابی طالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃ کی تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں حاصل تھے اور وہ ظاہر اور باطن میں مومن تھے۔ مذکورہ بالا دلیل سے حضرت ابوطالب کے اپنے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مومن مصدقِ مقر تھے۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے چچا حضرت ابوطالب کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔

دلیل دوم:

اس دلیل سے یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کو مسلمان اور مومن جانتے تھے دلیل ذکر کرنے سے قبل ایک تفصیل ملاحظہ ہو تا کہ دلیل کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو حضرت عبدالمطلب کے وصال کے بعد مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا اہل مکہ نے حضرت ابوطالب سے بارش کیلئے دعاء کی التماس کی تو حضرت ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر بیت اللہ شریف میں گئے اور آپکے توسل سے بارش کی دعا فرمائی تو بڑی زبردست بارش ہوئی یہ واقعہ

بعثت سے پہلے کا ہے اور بعد از بعثت قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کیا اور آپکے آزار اور تکلیف کے درپے ہوئے تو پھر حضرت ابوطالب نے قریش کو آنحضرت کا احسان اور برکت جتلائی جو کہ قبل از بعثت صغرسنی میں تھی اور یہ شعر پڑھا

وَابْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

خلاصہ شعر کا ملاحظہ فرمایئے یہ گورے رخسار والا جسکے طفیل اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کیجاتی ہے اور یہ یتیموں کی جائے پناہ اور بیوگان کا محافظ ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر بارش کی التجاء کی اور آپ نے دعاء فرمائی اور سخت بارش ہوئی اور جب لوگ بارش سے تنگ آگئے اور بارش کی بندش کی التماس کی اور آپکی دعاء سے بارش بند ہوئی اس تفصیل کے بعد دلیل دوم ملاحظہ ہو۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا لِلّٰہِ دَرُّ اَبِی طالب لَوْ کَانَ حَیًّا لَقَرَّتْ عَیْنَاہ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابوطالب کو بڑی خیر کثیر عطا فرمائی ہے اگر آج زندہ ہوتے تو انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے مذکورہ بالا الفاظ مبارکہ سے ایمان ابی طالب پر دو وجہ سے دلیل ہے۔ اول یہ کہ آپ نے شہادۃ دی کہ حضرت ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر عطاء فرمائی ہے اور جسکی موت کفر پر ہو اس کیلئے خیر کثیر کا اثبات نہیں کیا جاتا اور کافر کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے الفاظ نہیں استعمال فرماسکتے حضرت ابوطالب کو اللہ تعالیٰ نے یہی خیر کثیر عطاء فرمائی کہ جب تک زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب کی زبردست اعانت فرمائی اور اسکی وجہ سے قریش نے آپ سے ترک موالات کی اور آپ کو مکہ شریف سے نکل تین سال شعب ابی طالب میں گذارنے پڑے اور جب مرے تو خاتمہ ایمان پر ہوا۔ دوم آپ نے اس موقع پر فرمایا اگر حضرت ابوطالب آج زندہ ہوتے تو انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ خوش ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ شریف میں بارش اور اسکی بندش کیلئے دعاء مانگنا اور پھر دعاء کا قبول ہونا یہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے معجزہ پر مومن ہی خوش ہو سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت ابو طالب کو مومن جانتے تھے۔

دلیل سوئم:

ابن سعد نے طبقات میں اسناد صحیح کے ساتھ اور ابن عساکر ہر دو نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل فرمائی انه سال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ماترجوا لابی طالب قال كل الخير ارجومن ربی یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ابی طالب کے متعلق آپکو کیا امید ہے تو فرمایا میں اپنے رب سے ابو طالب کے متعلق مکمل خیر کی امید رکھتا ہوں۔ مذکورہ بالا حدیث میں لفظ کُلَّ الْخَیْرِ اَرْجُوْمِنْ رَّبِّی ایمان ابی طالب پر دو وجہ سے دلیل ہے، اول مکمل خیر کی امید مومن کیلیے ہی ہوتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مومن تھے۔ دوم مکمل خیر دخول الجنۃ ہے اور دخول جنت مومن کے ساتھ خاص ہے جسکی موت کفر پر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ان الله لايغفران يشرك به الاية یعنی اللہ تعالیٰ کافر کی ہرگز بخشش نہیں کریگا۔ تو معلوم ہوا کہ ابو طالب جنت میں داخل ہونگے۔ (ازالہء وہم) بعض لوگ اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ابو طالب کے عذاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تخفیف ہوئی ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے تو یہ جواب مردود کیونکہ عذاب شر ہے اسمیں کوئی خیر نہیں ہے چہ جائیکہ کامل خیر ہو۔

دلیل چہارم:

مسلم شریف میں ہے عن عبدالله بن حارث قال سمعت العباس يقول قلت يا رسول الله ان ابا طالب كان يحوطك وينصرك ويغضب لك فهل نفعه ذالك قال نعم وجدته في غمرات من النار فاخرجته الىٰ ضحضاح خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ابوطالب آپکی رعایت اور مدد کرتا تھا اور آپ کیلئے لوگوں پر ناراض ہوتا تھا کیا اس بات نے اسکو نفع دیا۔ آپ نے فرمایا ہاں نفع دیا ہے میں نے اسکو بلند آگ میں پایا پس میں نے اسکو نہایت پتلی اور ہلکی آگ کیطرف نکالا۔ مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے عن عباس ابن عبدالمطلب انه قال یا رسول الله هل نفعت ابا طالب بشئی فانه کان یحوطک ویغضب لک قال صلی الله علیه وآله وسلم نعم هو فی ضحضاح من نار ولولا انالکان فی الدرک الاسفل من النار اس حدیث اور پہلی حدیث کا ترجمہ تقریباً ایک جیسا ہے فرق صرف یہ ہے کہ دوسری حدیث میں یہ ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ابوطالب کو کوئی نفع دیا ہے آپ نے فرمایا میں نے نفع دیا ہے وہ پتلی آگ میں ہے اگر میری سفارش نہ ہوتی تو دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوتا ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور سفارش سے حضرت ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے حالانکہ قرآن پاک میں کفار کے متعلق وارد ہے لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ یعنی نہ تو کافروں کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انکی مدد جائیگی یہ آیت یا حدیث مبارکہ سب کفار کیلئے ہے کسی کافر کی تخصیص نہیں ہے اور حنفی اصول کے مطابق ابتداءً وہ مخصص ہوتا ہے کہ قرآن کی آیت یا حدیث متواتر ہو اور مذکورہ بالا دو حدیث متواتر نہیں ہیں تو اگر حضرت ابوطالب کا خاتمہ کفر پر ہوتا تو ان کے عذاب میں کبھی تخفیف نہ ہوتی چونکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے لہٰذا وہ مومن ہیں۔ ان ہر دو حدیث کا بعض لوگ جواب دیتے ہیں یہ جواب اور اسکا رد دلیل پنجم کے بعد دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دلیل پنجم:

مسلم شریف میں ہے عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ذکر عنده عمه ابو طالب فقال لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة فیجعل

فی ضحضاح من النار فیبلغ کعبیه یغلی منه دماغه خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپکے چچا حضرت ابوطالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ امید ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت انکو نفع دیگی اور پتلی آگ میں داخل کیا جائیگا جو ٹخنوں تک ہوگی اور اسکا دماغ اس آگ سے جوش کریگا۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں حضرت ابوطالب کی شفاعت کرینگے اور یہ شفاعت حضرت ابوطالب کو نفع دیگی حالانکہ قرآن پاک میں ہے فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ یعنی کفار کو شفاعت کنندگان کی شفاعت نفع نہ دیگی یہاں کفار اور شفاعت کنندگان ہر دو میں تعمیم ہے یعنی کسی کافر کو کسی شافع کی شفاعت نفع نہ دیگی اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نفع دیگی تو اگر حضرت ابوطالب کی موت کفر پر ہے تو پھر شفاعت نفع نہ دیگی اور جبکہ شفاعت نفع دیگی تو معلوم ہوا کہ ابوطالب مومن ہیں یہاں دلیل چہارم اور پنجم پر منکرین ایمان حضرت ابوطالب دو اعتراض کرتے ہیں یا یوں کہیے کہ ان دلیلوں کے دو جواب دیتے ہیں۔

جواب اول:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے کئی اقسام ہیں اور ان اقسام سے ایک قسم یہ ہے کہ آپ کی شفاعت سے کافر کے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے اور تخفیف کی یہ شفاعت بعض کفار کو نفع دے سکتی ہے لہٰذا ابوطالب کی تخفیف اور نفع شفاعت آیات کے منافی نہیں ہے اور یہ شفاعت آپ کا خاصہ ہے۔ یہ جواب کئی وجوہ سے درست نہیں ہے۔

وجہ اول:۔ قبل ازیں گذر چکا ہے کہ احناف کے نزدیک عمومات قرآنی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور عمومات کیلئے ضروری ہے کہ انکا ابتدائی مخصص قطعی ہو یعنی قرآن کی آیت یا حدیث متواتر تو جس مخصوص شفاعت کا ذکر کیا گیا ہے یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ شفاعت عمومات قرآنی کی تخصیص نہیں کرسکتی عمومات قرآنی کا ذکر قبل ازیں ہوچکا ہے یعنی قوله تعالیٰ لایخفف عنهم

العذاب الایتہ اور فما تنفعھم شفاعة الشافعین

وجہ دوم:۔ یہ مخصوص شفاعت دلیل چہارم اور پنجم میں مذکور ہر دو احادیث سے اخذ کی گئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور شفاعت سے حضرت ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی تو جو علماء حضرت ابو طالب کے ایمان کے قائل نہیں ہیں ان پر اعتراض وارد ہوا کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ کفار کے عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ انکو کسی کی شفاعت نفع دیگی اور تم لوگ حضرت ابو طالب کے کفر کے قائل ہو تو پھر کافر کو یہ تخفیف کیوں ہوئی اور انکو شفاعت نے کیوں نفع دیا تو ان علماء نے اس مخصوص شفاعت کا سہارا لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک خاص شفاعت ہے کہ کافر کو بھی نفع دے سکتی ہے خلاصہ یہ کہ یہ قسم شفاعت کفر ابی طالب پر مبنی ہے اور اس شفاعت کو ان ہر دو احادیث سے اس بنا پر اخذ کیا گیا کہ حضرت ابو طالب کافر تھے تو جب ہم نے حضرت ابو طالب کا ایمان ثابت کر دیا تو اس شفاعت کا مبنی فاسد ٹھہرا۔

لہٰذا شفاعت والا جواب نہایت کمزور ٹھہرا اور ہر دو احادیث سے اس شفاعت کا اخذ بھی باطل ہوا کیونکہ ان ہر دو احادیث سے تو حضرت ابو طالب کا ایمان ثابت ہوا، تا کہ یہ احادیث قرآن کے معارض نہ ہوں تو ان احادیث سے یہ شفاعت خاصہ ثابت نہ ہوئی۔ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ منکرین ایمان ابو طالب ہر دو حدیث مذکورہ بالا کے دو جواب دیتے ہیں۔ یہاں تک ایک جواب اور اسکا دو وجہ سے رد کیا گیا اب منکرین کا دوسرا جواب ملاحظہ ہو۔

جواب دوم:

جس طرح ابو طالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی ہے اسی طرح ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف ہوئی اور اس تخفیف کا ذکر بھی کتب احادیث میں ہے تو حضرت ابو طالب کی تخفیف عذاب سے اگر ان کا مومن ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر ابولہب کی تخفیف سے بھی اسکا مومن ہونا ثابت ہو جائیگا کیونکہ نص قرآنی کے مطابق کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہو سکتی حالانکہ ابولہب کے ایمان کا تو کوئی قائل

نہیں ہے تو یہ جواب بھی چند وجوہ سے مردود ہے۔

وجہ اول:۔ ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا تو ابولہب نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی تھی جسکی وجہ سے مجھے انگلی سے پانی ملتا ہے۔ برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ ان کے متعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری شفاعت ابوطالب کو نفع دیگی اور وہ پتلی آگ میں ڈالا جائیگا۔

وجہ دوم:۔ ابولہب کا واقعہ خواب کا ہے جو کسی کو آئی تھی اور خواب حجت اور دلیل نہیں ہے برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ آپکی تخفیف عذاب فرمانِ نبوی سے ثابت ہے اور یہ کوئی خواب کا واقعہ نہیں ہے۔

وجہ سوئم:۔ جس آدمی نے ابولہب کو خواب میں دیکھا تھا وہ اس وقت مسلمان نہیں تھا لہٰذا اسکی بات قابل اعتماد نہیں ہے۔

وجہ چہارم:۔ حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلائل گزر چکے ہیں کہ ان کے دل میں تصدیق تھی اور زبان سے اقرار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام عمر عزت کی، دشمن کے شر سے آپکو بچایا لہٰذا ابوطالب کے ایمان کا اقرار کرنا ہوگا برخلاف ابولہب کے کہ اس نے ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی ہے اور آپ کے حق میں گستاخیاں کیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ گستاخانہ الفاظ کہے تَبًّا لَّکَ یعنی تیرے لئے ہلاکت ہے العیاذ باللہ اس گستاخی سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اتنا غصہ آیا کہ ابولہب کی مذمت میں پوری ایک سورت قرآن پاک میں نازل فرمائی جب حضرت ابوطالب سے کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوجہ سے ترک موالات کیا اور ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا خطرہ پیدا ہوا تو ابوطالب مکہ چھوڑ کر باہر شعب ابی طالب میں چلے گئے تو تمام بنو ہاشم نے حضرت ابو طالب کا ساتھ دیا خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر لیکن ابولہب جو کہ حضرت ابوطالب کا بھائی تھا یہ ابوطالب

کے ساتھ نہیں گیا تھا اور کفار مکہ کا ساتھ دیا کیونکہ اسکی بیوی ابوسفیان کی بہن تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالب اور ابولہب میں زمین آسمان سے زیادہ فرق ہے تو صرف خواب کی بناء پر ابولہب کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں تک بندہ نے حضرت ابوطالب کے ایمان پر پانچ دلائل ذکر کئے ہیں۔ اور منکرین ایمان ابوطالب نے چونکہ بعض دلائل کے جواب دیئے ان جوابات کو ذکر کر کے انکار دکیا گیا ہے۔ اب دلیل ششم ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل ششم:

ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من امتی یعنی میری امت سے جنہوں نے کبائر کا ارتکاب کیا ہے میں انکی شفاعت کرونگا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ ان اہل کبائر سے مراد مسلمان اور مومن ہیں کیونکہ کافر کیلئے شفاعت نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اور چونکہ حدیث سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابو طالب کیلئے شفاعت ہوگی اور شفاعت انکو نفع بھی دیگی لہذا حضرت ابوطالب بھی مذکورہ بالا حدیث میں داخل ہیں اور مسلمان ہیں۔

دلیل ہفتم:

محدث ابن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے عن ابن عباس ان ابا طالب لماتقارب منه الموت بعدان عرض علیه النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان یقول لا اله الله فابیٰ قال فنظر العباس الیه وهویحرک شفتیة فاصغیٰ الیه فقال یا ابن اخی والله لقد قال اخی الکلمة التی امرته ان یقولها خلاصہ حدیث یہ ہے کہ جب حضرت ابوطالب قریب المرگ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو ابوطالب نے انکار کیا اسکے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ابوطالب اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے اپنا کان ابوطالب کیطرف جھکایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی کہ جس کلمہ طیبہ کا آپ نے ابوطالب کو حکم فرمایا تھا وہ کلمہ میرے بھائی (ابوطالب) نے پڑھ لیا ہے۔ تو اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اگرچہ ایک دفعہ کلمہ پڑھنے سے انکار کیا لیکن اسکے بعد قبل از مرگ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو انکی موت ایمان پر ہوئی۔ منکرین ایمان ابوطالب اس حدیث کے کئی جواب دیتے ہیں۔

جواب اول:۔ اس حدیث کے راوی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور وہ اس وقت مسلمان نہیں تھے لہٰذا یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔ یہ جواب چند وجوہ سے مردود ہے۔

وجہ اول:۔ یہ درست ہے کہ حضرت ابوطالب کی موت کے وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ہمارا استدلال محض حضرت عباسؓ کی بیان کردہ حدیث سے نہیں ہے بلکہ ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ جب حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوطالب کے کلمہ پڑھنے کے متعلق عرض کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور حضرت عباسؓ کے بیان کی تقریر فرمائی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباسؓ کی بات کو درست تسلیم کیا تو بندہ کا استدلال اس تقریر سے ہے کیونکہ اصول حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی تین قسم ہے۔ (۱) قول، (۲) فعل، (۳) تقریر اور تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی فعل کا مشاہدہ فرمادیں یا کوئی بات سنیں اور سکوت فرماویں تو یہ سکوت دلیل ہے کہ وہ فعل اور قول درست اور صحیح ہے۔

وجہ دوم:۔ مذکورہ بالا حدیث کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں اور اپنے والد سے روایت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ نے یہ حدیث اپنے والد سے بعد از اسلام حضرت عباسؓ سنی ہے، یہاں تک منکرین ایمان ابوطالب کے جواب اول کا رد ہے اب انکا جواب دوم ملاحظہ فرماویں۔

جواب دوم:۔ مسلم شریف میں ایک حدیث ہے لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوجدعندہ اباجھل وعبداللہ بن امیۃ بن المغیرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا عم قل لاالہ الااللہ کلمۃ أشھدلک بھا عنداللہ فقال ابوجھل وعبداللہ بن امیۃ یا ابا طالب اترغب عن ملۃ عبدالمطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعرضھا علیہ و یعیدلہ تلک المقالۃ حتیٰ قال ابوطالب آخر ما کلمھم ھو علیٰ ملۃعبد المطلب وابیٰ ان یقول لاالہ الا اللہ الحدیث خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی ابوطالب کے پاس بیٹھے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے چچالا الہ الا اللہ پڑھو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں تمہارے کلمہ کی گواہی دونگا تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے ابوطالب کو کہا کہ تو حضرت عبدالمطلب کے دین سے پھرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب پر بار بار کلمہ طیبہ پیش کرتے رہے تو حضرت ابوطالب نے ابوجہل وغیرہ سے جو آخری کلام کی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کیا۔ منکرین ایمان ابوطالب کہتے ہیں کہ حدیث ابن اسحٰق سے ابوطالب کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور حدیث مسلم شریف سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے تو ہر دو حدیث میں تعارض ہے تو چونکہ مسلم شریف کی حدیث اصح ہے لہٰذا اسکو ترجیح ہوگی۔ یہ جواب کئی وجہ سے مردود ہے۔

وجہ اول:۔ حدیث ابن اسحٰق اور حدیث مسلم شریف میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں آخر ما کلمھم ھو یعنی ابوجہل وغیرہ کے ساتھ ابوطالب کی آخری کلام یہ تھی اور حدیث ابن اسحٰق کے یہ الفاظ ہیں بعدان عرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقول لا الہ الا اللہ فابیٰ الحدیث یعنی حضرت عباسؓ نے جو ابوطالب سے کلمہ طیبہ سنا تو یہ ابوجہل وغیرہ سے کلام کرنے کے بعد کا واقعہ ہے تو انکار ابوطالب پہلے ہے اور کلمہ طیبہ بعد میں تو زمانہ کا اختلاف ہے لہٰذا

کوئی تعارض نہیں ہے تعارض تب ہوتا کہ مسلم شریف کے یہ لفظ ہوتے قال ابو طالب آخر کلامه یعنی ابوطالب کی آخری کلام یہ تھی حالانکہ الفاظ اس طرح نہیں ہیں۔ منکرین پر حیرت ہوتی ہے کہ مسلم شریف کے واضح الفاظ کے باوجود اسے متعارض قرار دیا۔

وجہ دوم:۔ منکرین ایمان ابوطالب نے حدیث مسلم کو اصح کہا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکے نزدیک حدیث ابن اسحٰق صحیح ہے تو اب منکرین کے نزدیک صحیح اور اصح میں تعارض ہے تو بندہ کہتا ہے کہ یہاں ایمان ابوطالب میں صحیح کو ترجیح ہے۔ کیونکہ بندہ قبل ازیں مقدمہ میں ذکر آیا ہے کہ الاسلام یعلو او لا یعلیٰ یعنی ایمان اور کفر کے دلائل میں تعارض ہو تو اسلام کو ترجیح ہے اگرچہ اسلام کے دلائل کمزور ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ فقہاء کا قاعدہ ہے۔

وجہ سوئم:۔ منکرین ایمان ابوطالب نے حدیث مسلم شریف کو اصح کہا ہے کہ یہ صحیحین کی حدیث ہے اور ابن اسحٰق کی حدیث صحیحین کی حدیث نہیں ہے تو بندہ اسکو تسلیم نہیں کرتا کہ حدیث مسلم اسلئے اصح ہے اور اسکو ترجیح اس وجہ سے ہے کہ یہ حدیث مسلم شریف میں ہے دیکھئے مسلم شریف میں ایک حدیث ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ محققین کے نزدیک ترجیح ان احادیث کو حاصل ہے جن سے آپکے والدین کریمین کا مسلمان ہونا ثابت ہے حالانکہ ایمان کی احادیث صحیحین میں نہیں ہیں اسی طرح حضرت ابوطالب کے ایمان کی حدیث اگرچہ صحیحین میں نہیں ہے لہٰذا اسکو ترجیح ہوگی۔

وجہ چہارم:۔ حدیث شریف میں تصریح ہے کہ حضرت ابوطالب نے موت کے وقت فرمایا کہ میں عبدالمطلب کہ ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ سے انکار کیا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محققین اہل سنت کے نزدیک حضرت عبدالمطلب مُوحد تھے تو عبدالمطلب کی ملت پر ہونا توحید کا اقرار ہے اور پھر لا الہ الا اللہ بھی تو کلمہ توحید ہے حالانکہ اس کلمہ سے انکار کیا ہے تو گویا توحید کا اقرار بھی ہے اور انکار بھی اور یہ صریح تعارض ہے تو اس تعارض کا جواب یہی ہوگا کہ ملت عبدالمطلب یہ توحید اجمالی ہے

اور لاالہ الا اللہ یہ توحید تفصیلی ہے تو توحید اجمالی کا اقرار کیا ہے اور توحید تفصیلی سے انکار تو حضرت ابوطالب توحید اجمالی کے لحاظ سے موحد اور مسلمان ہوئے کیونکہ علم کلام میں تصریح ہے کہ ایمان اجمالی مومن ہونے کیلئے کافی ہے اور توحید تفصیلی سے انکار ابوطالب کے ایمان کے منافی نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوطالب مکرَہ تھے اگر اس وقت صراحتہً اپنے ایمان کا اقرار کرتے تو انکو اپنی جان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا خطرہ تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ کفار قریش اپنے ہم مذہب کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔ اگر چہ وہ معمولی آدمی ہوتا تھا چہ جائیکہ وہ آدمی بڑے رتبہ والا ہو۔ اور جو آدمی مسلمان ہو جاتا تھا تو اسکی جان کے دشمن ہو جاتے تھے تو حضرت ابوطالب قریش سے ایسی کلام فرماتے تھے کہ قریش یہ وہم کرتے تھے کہ ابوطالب ہمارے مذہب سے ہیں اور اس وجہ سے قریش قتل جیسے اقدام سے اجتناب کرتے تھے چنانچہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کی موت کے بعد فرماتے تھے کہ حضرت ابوطالب کی موت کے بعد قریش نے مجھے ایسی ایذاء دی کہ ابوطالب کی زندگی میں اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں وکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لمامات ابو طالب نالت قریش منی الاذیٰ ما لم تکن تطمع فیہ فی حیاۃ ابی طالب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کی موت کے بعد فرماتے تھے کہ قریش نے مجھے ایسی ایذاء اور تکلیف دی ہے کہ حضرت ابوطالب کی زندگی میں ایسی ایذاء کا خیال بھی نہ کرتے تھے زیادہ سے زیادہ کفار قریش نے حضرت ابوطالب کو یہ پیش کش کی کہ آپ ہم سے دگنا خون بہا لے لیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے سپرد کر دیں کہ وہ آپکو قتل کر دیں لیکن حضرت ابوطالب اور دوسرے بنوہاشم نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور مکہ مکرمہ چھوڑ کر شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ خلاصہ وجہ چہارم یہ ہے کہ اگر ابوطالب اعلانیہ اپنے ایمان کا اظہار فرماتے تو انکو اپنی اور اپنی اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا خطرہ تھا اسلئے کفار قریش کے سامنے گاہے (کبھی) ایسے الفاظ استعمال فرماتے تھے جن میں ایمان و کفر دونوں کا احتمال ہوتا تھا

اور گا ہے زبان پر صریح کلمہ کفر بھی جاری کرتے تھے لیکن دل ایمان سے معمور ہوتا تھا۔ بندہ اس مقام پر حضرت ابو طالب کے ایمان پر دلائل نقل کر رہا ہے اور منکرین ایمان ابی طالب نے ان دلائل کے جو جواب دیئے ہیں انکا ساتھ ساتھ رد بھی کر رہا ہے یہاں تک ایمان ابو طالب پر سات دلائل آچکے ہیں اب دلیل ہشتم ملاحظہ فرمادیں۔

دلیل ہشتم:

صحیح مسلم شریف میں ہے عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ان اهون اهل النار عذاباً ابو طالب الخ دلیل کی تقریر سے قبل ایک مقدمہ ملاحظہ ہو ۔لفظ نار کا اطلاق گرم دوزخ کے تمام طبقات پر ہوتا ہے اور اہل نار دو قسم ہیں۔ قسم اول مومن عاصی مرتکب الکبیرۃ قسم دوم جسکی موت کفر پر ہے۔ اور چونکہ کفر اکبر کبائر سے ہے لہٰذا اسکا عذاب دوسرے تمام کبائر سے شدید اور سخت ہوگا اور یہی عدل کا مقتضٰی ہے۔ کفر کو اللہ ہرگز معاف نہیں کرے گا اسکے سوا جملہ کبائر میں امیدِ معافی ہے اور اگر کسی کافر کو مسلمان سے کم عذاب ہو تو یہ منافیء عدل ہے۔ اس تمہیدی مقدمہ کے بعد دلیل کی تقریر ملاحظہ ہو کہ اہل نار خواہ کافر ہیں یا مومن حضرت ابو طالب کو ان سب سے نرم عذاب ہوگا اب اگر حضرت ابو طالب کے ایمان سے انکار کیا جائے تو لازم آئیگا کافر کو مومن سے نرم عذاب ہو اور یہ خلاف عدل اور خلاف اجماع ہے البتہ اگر حضرت ابو طالب مومن اور مسلمان ہوں اور انکا عذاب کفار اور عاصی مومن سے نرم ہو تو کوئی خرابی نہیں ہے کیونکہ مومن کا عذاب کافر سے نرم ہونا بالکل عدل ہے۔ منکرین ایمان ابو طالب اس دلیل کا جواب دیتے ہیں انکا جواب ملاحظہ ہو۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ حضرت ابو طالب کا عذاب تمام اہل النار کے عذاب سے نرم ہوگا اور اہل نار کا اطلاق کفار پر آتا ہے مومن عاصی پر اہل النار کا اطلاق نہیں آتا تو حدیث شریف سے صرف یہ ثابت ہوا کہ تمام کفار سے ابو طالب کا عذاب نرم ہوگا اب اگر ابو طالب مومن نہ ہو تو صرف یہ لازم آئے گا کہ ایک کافر کا عذاب دوسرے کفار کے عذاب سے نرم ہو اور اسمیں کوئی استحالہ نہیں

ہے۔خرابی تب لازم آتی کہ ایک کافر کا عذاب مومن عاصی کے عذاب سے نرم ہو یہ جواب ایک نہایت مقتدر اور معزز شخصیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔اب اس جواب کارد ملاحظہ ہو۔جواب کی مدار اس امر پر تھی کہ لفظ اہل النار کا اطلاق کفار کے ساتھ مختص ہے اور یہ درست نہیں، کتنی ہی احادیث ہیں جن میں اہل النار کا اطلاق مومن عاصی پر کیا گیا ہے۔احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث اول:

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم اذا دخل اهل الجنة الجنة و اهل النار النار یقول الله تعالیٰ من کان فی قلبه مثقال حبّة من خردل من ایمان فاخرجوه فیخرجون الحدیث یعنی اہل جنت جنت میں داخل ہوجائینگے اور اہل نار آگ میں داخل ہوجائینگے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر وہ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے تو اسکو نکالو پس وہ نکالیں جائینگے اور وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہونگے الخ جو لوگ نکالے جائینگے یہ اہل نار سے ہیں اور مومن ہیں اور ان پر اہل نار کا اطلاق ہے۔یہ حدیث بخاری اور مسلم کی ہے یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ کافر کبھی دوزخ سے نکالا نہیں جائیگا اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہیگا البتہ مومن دوزخ سے نکالا جائیگا اور کوئی مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا۔

حدیث دوم:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان الناس قالو ایارسول الله هل نری ربنا یوم القیامة (الیٰ ان قال) ویبقیٰ رجل بین الجنة والنار و هو آخر اهل النار دخولاً الجنة الحدیث یعنی ایک آدمی جنت اور دوزخ کے درمیان رہ جائیگا اور جتنے اہل نار جنت میں داخل ہونگے یہ آدمی اہل نار سے ہوگا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔اب یہ آدمی مومن ہوگا اور اس پر اہل النار کا اطلاق ہے اور یہ واضح ہے بلکہ جتنے مومن دوزخ سے نکالے جائینگے وہ جنت میں داخل ہونگے سب پر اہل نار کا اطلاق اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ حدیث شریف کے الفاظ

یہ ہیں ہو آخر اھل النار دخولاً الجنة یعنی یہ آدمی اہل نار سے ہوگا آخر میں جنت میں داخل ہوگا معلوم ہوا بعض اہل نار پہلے جنت میں داخل ہونگے اور بعض درمیان میں اور بعض آخر میں، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو آدمی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائیگا وہ مومن اور مسلمان ہوگا۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم کی ہے۔

حدیث سوئم:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی لاعلم آخر اھل النار خروجاً منھا و آخر اھل الجنة دخولاً رجل یخرج من النار الحدیث یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس اہل نار کو جانتا ہوں جو آخر میں آگ سے نکلے گا اور یہ آدمی اہل جنت سے بھی ہے کہ آخر میں جنت میں داخل ہوگا اب یہ آدمی جس کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں اس پر اہل نار اور اہل جنت ہر دو کا اطلاق آیا ہے اور یہ مومن ہے اور یہ حدیث بھی بخاری اور مسلم کی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں مومن پر اہل النار کا اطلاق آیا ہے یہاں صرف ان تین احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ یہ کہنا کہ اہل النار کا اطلاق کفار کے ساتھ مختص ہے یہ قول ایک نہایت مقتدر عالم دین کی طرف منسوب ہے اور چونکہ بندہ نے احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اہل النار کا اطلاق مومن عاصی پر بھی آتا ہے تو یہ قول اس مقتدر عالم دین کا نہیں ہے اور اس کی طرف یہ نسبت غلط ہے۔

دلیل نہم:

قرآن پاک میں ہے واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منھا شفاعة الآیة یعنی اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوسکے گی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو۔

اس آیۃ مبارکہ میں لفظ نفس اور شیئا ہر دو نکرہ ہیں تحت النفی اور یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ

نہ مومن کیلئے سفارش اور شفاعت ہوگی اور نہ کافر کیلئے اور فرقہ معتزلہ نے اسی آیت سے نفی شفاعت پر استدلال کیا ہے اور اہل سنت نے اسکا جواب دیا ہے کہ چونکہ احادیث متواترہ سے مومنوں کیلئے شفاعت ثابت ہے لہٰذا یہ آیت کفار کے ساتھ مختص ہے یعنی کسی کافر کی طرف سے شفاعت قبول نہ ہوگی۔اب بندہ کا استدلال یہ ہے کہ ماقبل حدیث مسلم شریف میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت ابو طالب کے حق میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے اب اگر حضرت ابو طالب کو کافر کہا جائے تو پھر آیۃ مذکورہ بالا کے تحت نہ مسلمان داخل ہوگا اور نہ کافر یعنی مومن اور کافر ہر ایک کے حق میں شفاعت مقبول ہے تو آیت میں کوئی فرد بھی داخل نہ ہوا اور آیت کا مضمون مطابق واقعہ نہ ہوا اور نعوذ باللہ آیت کا مضمون مہمل ہوا۔البتہ اگر حضرت ابو طالب کو مسلمان کہا جائے تو پھر آیت مبارکہ تمام کفار کے ساتھ مخصوص ہوگی بندہ یہاں اسکی ایک نظیر پیش کرتا ہے تاکہ استدلال واضح ہو جائے قرآن پاک میں ہے **لاتأکلو اممالم یذکر اسم اللہ علیہ** یعنی جس ذبیحہ پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے اس کو نہ کھاؤ۔اب اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرنا دو قسم ہے۔

قسم اول:۔ عمداً اور جان بوجھ کر ذکر نہ کرنا۔

قسم دوم: نسیاناً اور بھول سے ذکر نہ کرنا۔اگر بھول کر ذکر نہ کیا جائے اس پر اجماع ہے کہ ذبیحہ حلال ہے اور اگر جان بوجھ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے تو احناف کے نزدیک حرام ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ ذبیحہ بھی حلال ہے۔تو احناف نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رد کیا ہے۔

تو احناف نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رد کیا ہے کہ آیۃ مبارکہ مذکورہ بالا میں جو اللہ تعالیٰ کا نام نہ ذکر کرنا بیان کیا گیا ہے اس کے دو قسم ہیں اول جان بوجھ کر ذکر نہ کرنا دوم بھول کر ذکر نہ کرنا دوسری قسم میں تو اجماع ہے کہ ذبیحہ حلال ہے اب اگر پہلی قسم میں بھی ذبیحہ حلال ہو تو آیۃ شریفہ مہمل ہو جائیگی اور اسکے تحت کوئی قسم بھی باقی نہ رہے گی لہذا پہلے قسم میں ذبیحہ حرام ہے اور اسکو نہ کھایا جائیگا۔بعینہ اسی طرح بندہ نے استدلال میں جو آیۃ ذکر کی ہے جس میں مومن اور کافر ہر ایک کی شفاعت کی نفی ہے

اب اہل سنت کے نزدیک مومن کے حق میں شفاعت مقبول ہے اور آیۃ کفار کے ساتھ مخصوص ہے اب اگر کافر کے لئے بھی شفاعت مقبول ہو تو آیۃ کے تحت کوئی قسم بھی داخل نہ رہے گی لہذا کسی کافر کے حق میں شفاعت مقبول نہیں اور چونکہ حضرت ابوطالب کے حق میں شفاعت مقبول ہے لہذا ثابت ہوا کہ وہ کافر نہ تھے بلکہ مسلمان تھے۔

دلیل دہم:

قرآن پاک میں ہے (انک لا تھدی من احببت الآیۃ) علامہ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اکثر اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیۃ حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور نیز اس آیۃ کریمہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کو محبوب جانتے تھے اب حضرت ابوطالب کو سب کرنا (برا بھلا کہنا) علویوں کی دل آزاری ہے بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا ہو لہذا حضرت ابوطالب کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے عبارت ملاحظہ ہو ثم انه علی القول بعدم اسلامه لا ینبغی سبه و التکلم فیه بفضول الکلام فان ذالک مما یتأ ذی به العلویون بل لایبعدان یکون مما یتأ ذی به النبی علیه الصلوة والسلام للذی نطقت الآیة بناء علی هذه الروایات بحبه ایاه والاحتیاط لا یخفی علی ذی فهم خلاصہ عبارت یہ ہے کہ آیۃ مذکورہ بالا سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب جانتے تھے کیونکہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیۃ حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوطالب کا اسلام اختلافی ہے اور حضرت ابوطالب کو مسلمان اور مومن کہنے میں کسی کی دل آزاری نہیں ہے البتہ اس قول پر کہ وہ مسلمان نہیں ہیں حضرت ابوطالب کو سب اور دشنام ہے تمام علویوں کی دل آزاری ہے اور چونکہ حضرت ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں اس لئے انکو سب اور دشنام کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء کا بھی احتمال ہے لہذا سب اور دشنام سے احتیاط لازم ہے علامہ صاحب روح المعانی

نے علویوں کی دل آزاری کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ حدیث شریف میں ہے (لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات) اور چونکہ کفر بہت بڑی سب اور دشنام ہے لہذا اس سے ہر زمانہ کے علویوں کی دل آزاری ہے اور یہ ممنوع ہے اور روح المعانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء کا احتمال اس لئے ذکر کیا ہے کہ قرآن پاک میں ہے والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب اليم اور ان الذين يؤذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة الآیة یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء پر وعید شدید ہے اس لئے جہاں ایذاء کا احتمال بھی ہو تو سمجھدار آدمی وہاں بھی احتیاط سے کام لے گا۔ البتہ حضرت ابو طالب کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مومن اور مسلمان تھے نہ تو اس میں علویوں کی دل آزاری ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذاء کا احتمال ہے بلکہ اس میں ہر دو کی خوشنودی یا خوشنودی کا احتمال ہے جو امر مستحسن ہے اس دلیل وہم کی زیادہ وضاحت بھی کی جا سکتی لیکن مجادلین کا خوف مانع ہے۔

دلیل یازدہم:

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے اسلام میں اختلاف ہے اور جو لوگ ایمان کے قائل ہیں انکے دو قول ہیں **قول اول** والدین کریمین کی وفات فترت پر تھی اور وہ اپنی زندگی میں مسلمان تھے اور انکی موت ایمان پر ہوئی ہے **قول دوم** والدین کریمین کو بعد از موت زندہ کیا گیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے اسی طرح جو لوگ ابو طالب کے ایمان کے قائل ہیں انکے بھی دو قول ہیں **قول اول** وہ اپنی زندگی میں مومن اور موحد تھے اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا **قول دوم** حضرت ابو طالب کو بعد از موت زندہ کیا گیا یا کہ زندہ کیا جائیگا اور وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور یہ اہل کشف اور بعض علماء ظاہر کا قول ہے جس کو علامہ برزنجی اور سید احمد دحلان نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے ان کثیرا من اهل السنة والجماعة من بنی هاشم و غیر هم یعتقدون نجاته تبعا لما جاء فی ذالک ولما نقله الجهابذة الفخام

المحققیون بان یتخذوا حجۃ للخلق لدی الملک العلام وھم الامام السبکی والامام القرطبی والامام الشعرانی رحمھم اللہ تعالیٰ علی الدوام ان اللہ احیا اباطالب و آمن بالمصطفی ومات مسلما الخ) یعنی بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم سے اکثر علماء اہل سنت و جماعۃ حضرت ابو طالب کی نجاۃ کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے کہ اسمیں اخبار وارد ہیں اور اس لئے یہ بڑے بڑے بزرگ علماء سے منقول ہے اور یہ بزرگ علماء اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق کے لئے دلیل ہیں اور وہ بزرگ علماء امام سبکی اور امام قرطبی اور امام شعرانی ہیں حضرت خواجہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین جناب مسعود گنج شکر کے ملفوظات میں بھی مرقوم ہے کہ حضرت امام مہدی رحمہ اللہ کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جب دوبارہ زمین پر تشریف لائینگے تو اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مردہ کو باذن خداوندی زندہ فرمائینگے اور وہ مرد جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائیگا اور یہ مردہ حضرت ابو طالب ہوں گے اس دلیل پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ گیارہویں دلیل پہلی دلیلوں کے معارض ہے کیونکہ سابقہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب اپنی پہلی زندگی میں مومن اور مسلمان تھے اور گیارہویں دلیل سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو طالب کو مرنے کے بعد زندہ کیا گیا اور وہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے تو اس اعتراض کے دو جواب ہیں **جواب اول** تمام گیارہ دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح مومن عذاب دائمی سے نجات حاصل کرینگے اسی طرح حضرت ابو طالب کو بھی نجات حاصل ہوگی اور ہمارا مقصد نجاۃ ابی طالب ہے خواہ اس کا سبب یہ ہو کہ حضرت ابو طالب اپنی پہلی زندگی میں مومن تھے یا کہ یہ سبب ہو کہ موت کے بعد انکو زندہ کیا گیا اور وہ ایمان لائے بہر حال تمام گیارہ دلائل نجاۃ ابی طالب اور ایمان ابی طالب میں مشترک ہیں اور یہی مابہ الاشتراک بندہ کا مقصد ہے۔ اس جواب اول کو علامہ سید احمد دحلان نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ان کثیرا من العلماء المحققین و کثیرا من الاولیاء العارفین ارباب الکشف قالو ابنجاۃ ابی طالب ... منھم القرطبی و السبکی

والشعرانی و خلائق کثیر .....وان کان ثبوت ذالک عندهم بطریق غیر الطریق الذی سلکه البرزنجی فقد اتفق معهم علی القول بنجاته یعنی علمائے محققین اور اولیائے عارفین میں سے اکثر نے نجاۃ ابی طالب کا قول کیا ہے۔ اور ان سے قرطبی اور سبکی اور شعرانی اور بہت مخلوق ہے۔ **جواب دوم** جس طرح ابوین کریمین کے ایمان میں تین قول ہیں **قول اول** انکی موت فترت پر ہوئی **قول دوم** بعد موت انکو زندہ کیا گیا ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے **قول سوم** انکی موت فترت پر بھی تھی اور بعد موت انکو زندہ بھی کیا گیا اور وہ ایمان لائے تا کہ دو فضیلتیں انکو حاصل ہوں، اسی طرح حضرت ابو طالب کے ایمان میں بھی تین قول ہیں اور بندہ نے جو دلائل دیئے ہیں یہ تیسرے مذہب پر ہیں یعنی پہلے دس دلائل سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت ابو طالب اپنی پہلی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے اور چونکہ یہ ایمان اکراہ کا ایمان ہے اس لئے گیارہویں دلیل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ بعد از موت حضرت ابو طالب کو زندہ کیا گیا اور وہ بلا اکراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے تا کہ انکو دو ایمان کی فضیلت حاصل ہو خلاصہ یہ کہ حضرت ابو طالب کا معاملہ والدین کریمین کا معاملہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو طالب کی محبت اور شفقت والدین سے کم نہیں ہے۔

دلیل دوازدہم:

یہ الزامی دلیل ہے اور قبل از دلیل ایک تمہید بیان کرنا ضروری ہے (تمہید) بندہ قبل ازیں بیان کر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو طالب کی محبت اور شفقت والدین سے کم نہیں ہے اس لئے حضرت ابو طالب کا معاملہ ابوین کریمین والا ہے یعنی جس طرح ابوین کریمین کے ایمان میں اختلاف ہے اسی طرح حضرت ابو طالب کے ایمان میں بھی اختلاف ہے اور علی تقدیر ایمان جتنے قول ابوین کریمین کے ایمان میں ہیں اتنے قول ہی حضرت ابو طالب کے ایمان میں ہیں اور علی تقدیر عدم ایمان جس طرح علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ ابوین کریمین کے متعلق احتیاط سے کام لینا لازمی

ہے اور کوئی گستاخانہ لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے اور سب، اور دشنام سے احتراز لازم ہے اسی طرح علماء کرام نے حضرت ابو طالب کے متعلق بھی تصریح فرمائی ہے اور بندہ اسکو علامہ صاحب روح المعانی کی عبارت سے بیان کر چکا ہے ابوین کریمین کے متعلق علماء کی تصریح ملاحظہ ہو علامہ ابن عابدین شامی نے ابوین کریمین کی نجات پر بحث کرتے ہوئے فرمایا وبالجملة كما قال بعض المحققين انه لا ينبغي ذكر هذه المسئلة الامع مزيد الادب و ليست من المسائل التي يضر جهلها او يسئل عنها في القبرا و في الموقف فحفظ اللسان عن التكلم فيها الابخير اولى واسلم) یعنی بعض محققین نے ابوین کریمین کے ایمان کے مسئلہ پر فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کو ادب کے ساتھ ذکر کرو اور یہ مسئلہ ان مسائل سے نہیں ہے کہ ان کا نہ جاننا ضرر دے اور ان مسائل سے بھی نہیں ہے کہ قبر یا قیامت میں اس کا سوال ہو پس خیر اسی میں ہے کہ جب بھی بات کرے ذکر خیر کرے یہاں تک بندہ نے ابوین کریمین اور حضرت ابو طالب کے درمیان مابہ الاشتراک بیان کیا ہے یعنی وہ امر جس میں دونوں شریک ہیں اب ہر دو کے درمیان مابہ الامتیاز ملاحظہ ہو یعنی وہ امر جس سے ہر دو کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صحیحین میں ایسی احادیث ہیں جن سے ابوین کریمین کا مسلمان نہ ہونا معلوم ہوتا ہے احادیث کا مضمون ملاحظہ ہو مسلم شریف میں ہے (استاذنت ربي ان استغفر لامي فلم ياذن لي) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ جل مجدہ سے اپنی والدہ کے لئے طلب بخشش کی اجازت مانگی پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی۔ اس حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا مسلمان نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ استغفار صرف کافر کے لئے نہیں ہوتا اور مسلم شریف میں ایک اور حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے (ان رجلاقال يا رسول الله اين ابي قال في النار فلما قفادعاه فقال ان ابي وابـاك في النار) یعنی ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ کہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آگ میں پس جب

اس آدمی نے پیٹھ پھیری تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں اس حدیث شریف سے بھی والد مکرم کا مسلمان نہ ہونا معلوم ہوتا ہے اس طرح فقہ اکبر میں ہے ان والدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی الکفر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی موت کفر پر ہے۔ البتہ والدین کریمین کا مسلمان ہونا ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے جو کہ صحیحین میں نہ ہونے کے باوجود ضعیف بھی ہیں لیکن علماء اہل سنت دونوں قسم کی احادیث کو جمع کرتے ہیں اور والدین شریفین کے اسلام کے قائل ہیں برخلاف حضرت ابوطالب کے کہ انکا مسلمان ہونا جن احادیث سے ثابت ہوتا ہے وہ مسلم شریف کی احادیث ہیں جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور آپ کی شفاعت ابوطالب کے حق میں مقبول ہوگی اور تخفیف عذاب اور قبول شفاعت ہر دو ایمان کے دلائل میں سے ہیں یہاں تک اس فقیر نے والدین شریفین اور حضرت ابوطالب کے درمیان وجہ فرق بیان کی ہے یہاں تک دلیل دوازدہم کی تمہید ذکر کی گئی ہے اب بندہ دلیل بیان کرتا ہے کہ جو علماء اہل سنت ابوین کریمین کو مسلمان مانتے ہیں اور حضرت ابوطالب کو کافر خیال کرتے ہیں بندہ کے نزدیک انکا یہ فرق تعجب انگیز ہے یعنی ابوین کریمین کا اسلام احادیث ضعیفہ سے ثابت کرتے ہیں اور حضرت ابوطالب کا ایمان احادیث صحیحہ ہونے کے باوجود تسلیم نہیں کرتے اس فقیر نے غور کیا تو صرف دو امر معلوم ہوتے ہیں۔ **اول** حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلائل سے یہ لوگ ناواقف ہیں **دوم** جب انہوں نے حضرت ابوطالب پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تو اس سے رجوع میں وہ اپنی کسر شان سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو خطاء سے مبرا خیال کرتے ہیں حالانکہ ائمہ مجتہدین سے بھی خطاء کا احتمال ہے بلکہ بعض ائمہ کرام نے اپنے اقوال سے رجوع بھی کیا ہے